عربی زبان کی مختصر تاریخ وتعارف

☆پروفیسر ڈاکٹر احسان الحق

عربی سامی زبان ہے۔سامی زبانیں سام ابن نوح علیہ السلام سے منسوب ہیں جوان تمام قوموں کے جدّ اعلیٰ ہیں۔ جواس وقت سامی زبانیں بولتی ہیں اصطلاح میں ان زبانوں کے بولنے والوں کا مسکن نیل وفرات کے مابین کا علاقہ جزیرہ عرب اور شام ہے۔جومشرق میں علم وادب کا گہوارہ رہاہے۔سامیوں کا اصل وطن بابل تھا۔مصری تمدن اور بابلی تہذیب ہم عصر تھے۔دونوں نے ایک دوسرے سے علم کا تبادلہ کیا(۱)

جرجی زیدان لکھتے ہیں:

’’وقد تعاصر البابليون والمصريون وتبادلوا المعارف‘‘

بابل کی تہذیب وتمدن کا شمار دنیا کے قدیم شاندار تمدنوں میں ہوتا ہے۔لیکن مملکت بابل سے قبل سمیری اوراکادی اقوام بھی بابلیوں سے کچھ کم تہذیب یافتہ نہ تھیں۔ان دونوں قوموں نے بابل کی تہذیب کی نشونما میں حصہ لیا۔لیکن سیاسی معرکہ آرائیوں کے نتیجہ میں بالآخر سمیریوں پر سامیوں کا غلبہ مسلم ہوگیا۔سامیوں کی کامیابیوں کی اصل وجہ یہ تھی کہ سامی اقوام کا گہوارہ عرب کے قریب ہی تھا۔وہاں سے بدوی قبائل موج درموج وادی فرات پر حملہ آور ہوتے رہتے اوران زرخیز علاقوں میں آکرآباد ہوجاتے تھے۔سامی اقوام وادی فرات پر کتنا عرصہ اور کب تک غالب رہی اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔تاہم عراق سے دریافت ہونے والے آثار میں کچھ تختیاں اور کندہ کیے ہوئے پتھر ملے۔جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض سامی بادشاہوں کی حکومت چالیس صدیوں سے بھی زیادہ قائم رہی ہے۔انہی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ورجینا تھا۔جوعلم وادب اورعلماء کا دلدادہ تھا۔اس نے عراق کے شہر ورکاء میں ایک کتب خانہ تعمیر کیا۔جواب تک کے اکتشافات کے مطابق دنیا کا قدیم ترین کتب خانہ ہے۔اس شہر کو انہوں نے مدينة الكتب قرار دیا۔اور

☆سابق صدر شعبہ عربی جامعہ کراچی

سرکاری طور پر اہل علم کو قدیم وجدید کتب کی فراہمی پر مامور کیا۔ اور کچھ لوگوں کو ترجمہ کی مہم پر لگایا کہ وہ دنیا کے دیگر ممالک کے علوم کو اپنی زبان میں منتقل کر دیں چنانچہ ورقاء کی یہ لائبریری لغت، فلکیات، قانون اور ادب وغیرہ کے موضوعات پر کتابوں سے بھر گئی (۲)

اسی طرح اس عہد کے علمی آثار میں زمانہ کے دست وبرد سے محفوظ رہ جانے والا دنیا کا سب سے پرانا صحیفہ حمورابی کا قانون ہے۔ جس کی تدوین اٹھارہویں صدی قبل میلاد ہوئی جرجی زیدان نے اپنی کتاب ''العرب قبل الاسلام'' میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حمورابی کی قائم کردہ مملکت عربوں کی قدیم ترین مملکت تھی۔

قدر جحنا فی کتابنا" العرب قبل الأسلام" ان دولة حمورابی عربیة، وانها اقدم دول العرب.

ترجمہ: ''ہم نے اپنی کتاب الاسلام قبل الاسلام، میں اس بات کو ترجیح دی ہے کہ سلطنت حمورابی عربی ہے۔ اور وہ قدیم ترین عربی سلطنت ہے۔''

اس لحاظ سے دنیا کا سب سے قدیم کامل علمی نسخہ عربی الفکر ہے۔ حمورابی کا یہ قانون بلادسوس میں مسماری حروف کے ساتھ ایک سخت چٹاچ پر لکھا ہوا ملا ہے۔ یہ اٹھاریوں صدی قبل مسیح یعنی حضرت موسیٰ کی شریعت سے بھی تین چار صدی پہلے مرتب کیا گیا۔ یہ قانون ۲۸۱ دفعات پر مشتمل ہے۔ جن کا تعلق سوسائٹی کے مختلف طبقات، عورتوں کے حقوق وواجبات اور شادی میراث وغیرہ سے ہے۔ نسخہ کا عربی الفکر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ سلطنت حمورابی سلطنت اسلامی کی طرح عربی تھی۔ اور اس کی لغت قرآنی لغت تھی۔ اور ان کی عمارات قریش کی طرح تھیں۔ کیونکہ دونوں سلطنتوں کے درمیان ۲۵ صدیوں کا فاصلہ ہے اور قوموں ان کی عادات اور زبانیں، زمانوں کے بدلنے کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ حمورابی اور عمالقہ عراق کی اس قدیم تاریخ سے اتنی روشنی ضرور پڑتی ہے کہ ان کی مدنیت، اور ثقافت اور علم وادب صرف ونیل وفرات تک محدود نہ تھی۔ بلکہ ان کی تہذیب کی یلغار مدینہ اور حجاز تک تھی۔

عربی زبان : عصر اسلامی سے قبل کا دور عصر جاہلی کہلاتا ہے۔ پھر عصر جاہلی دو ادوار پر مشتمل ہے۔ جاہلیت اولیٰ اور جاہلیت ثانیہ

جاہلیت اولیٰ : یہ عہد جاہلیت قدیم ۔ سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے اور اس کی وسعت تاریخ میں بہت دور تک پھیلی ہوئی ہے۔

جاہلیت ثانیہ : یہ عہد دو صدی قبل اسلام سے شروع ہوتا ہے۔ ترقی یافتہ عربی زبان کی تاریخ کا آغاز بھی اسی عہد سے ہوتا ہے۔ جب جاہلی شاعری کے نمونے ہمارے ہاتھ آئے ہیں گویا اس زبان کی تاریخ اس وقت سے ملنا شروع ہوئی ہے جو اس کے عین شباب وترقی کا زمانہ ہے۔ البتہ جاہلیت اولیٰ کے عہد کے متعلق حاصل ہونے والی معلومات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عربی سامی زبان ہے۔ سامی اقوام جب وسیع خطہ زمین میں نیل وفرات اور عرب کے مابین شمالاً جنوباً پھیل گئیں تو مختلف قوموں کے صدیوں کے تعامل اور مختلف عادات کی بنا پر سامی زبانوں کے کئی خاندان وجود میں آئے۔ سامی زبانوں کا احاطہ کرنے کے غرض سے انہیں پانچ گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

☆ اکادی بابلی اور آشوری زبانوں کا خاندان

☆ آرامی زبانوں کا خاندان

☆ کنعانی زبانوں (فینقی عبری) کا خاندان

☆ حبشی زبانوں کا خاندان

☆ عربی زبانوں کا خاندان (۳)

اطراف وجہات کے اعتبار سے سامی زبانوں کی تین قسمیں ہیں

جنوبی : جس میں دو زبانیں ہیں۔ عربی اور حبشی ۔ عربی زندہ اور علمی زبان ہے۔ حبشی زندہ اور غیر علمی زبان ہے

وسطی :

☆ عبرانی

جواب زندہ کر لی گئی ہے۔ علمی زبان ہے۔

☆نبطی

جواب مردہ ہے غیر علمی زبان تھی

☆ تدمری

مردہ ہے غیر علمی زبان تھی

☆شمالی

شمالی زبانوں میں۔آرامی۔مردہ ہےاور غیر علمی زبان ی

☆ کلدانی

مردہ ہےاور غیر علمی زبان تھی

☆سریانی

مردہ ہےاور علمی زبان تھی۔(۴)

ہمارا موضوع سخن پانچواں خاندان یعنی عربی زبانوں کا خاندان ہے جاہلیت اولیٰ یعنی جاہلیت قدیمہ میں عربی زبان کی کیا حالت تھی۔اس بارے میں محققین نے حقائق سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ان کا ذریعہ علم یمن میں پائے جانے والے معابد، ستون، فصیلیں، برج، اور قلعے ہیں۔جن پر منقوش عبارات عربی زبان کی ابتدائی تاریخ کا پتہ دیتی ہیں۔اس قسم کی عبارتوں سے عربی کے تین قدیم لہجات کا پتہ چلتا ہے۔

جنوبی عربی لهجات: اس سے مراد تقریبا دو ہزار سال قبل مسیح کا وہ جنوبی عربی لہجہ ہے جو جنوب کی سلطنتوں کی نسبت سے قتبانیہ، معینیہ، سبئیہ، اور حمیریہ کہلاتا تھا

استاذ اغناطولیس الغویدی لکھتے ہیں:

" اعلم ان معرفتنا للسان الذی کان اھل جزیرۃ العرب الجنوبیۃ یتکلم به قبل الاسلام انما ھی النقوش و کان ھذا اللسان یشمل لھجات شتی ای المعینیة والسبئة والقتبانیة والاوسانیة والحضرمیة وغیرھا.(۵)"

شمالی عربی لهجات: یہ لہجہ اپنے الفاظ اور قواعد میں جنوبی لہجہ سے بالکل مختلف تھا۔ یہاں تک کے بعض عباسی لغویین نے کہا:

ما لسان حمیر بالساننا

حمیر کی زبان ہماری زبان نہیں ہے۔ (ابوعمرو بن العلا)

اس سے مراد یہی شمالی عربی لہجہ ہے۔ اس لہجہ کا اور جنوبی لہجہ کا خط مسند جنوبی کے نام سے معروف ہے۔ جو ارتقائی منازل طے کر کے موجودہ خط نسخ کی شکل اختیار کر گیا۔ شمالی لہجہ کے منقوش آثار شمالی حجاز میں ثمود کے ان مکانات سے ملے ہیں جہاں وہ آٹھویں صدی قبل مسیح سکونت پذیر تھے۔ جنوبی دمشق میں حوران کے مقام صفا میں بھی اس لہجہ کی منقوش عبارتیں ملی ہیں۔ ان مقامات کی مناسبت سے لہجہ ثمودیہ، لحیانیہ۔ اور صفویہ کہلائے۔ شمالی لہجہ کے یہ منقوش آثار ایسی لغوی اور نحوی خصوصیات پر دلالت کرتے ہیں۔ جن سے عربی زبان کے امراؤالقیس کی زبان بننے تک ارتقاء اور لسانی تغیرات پر روشنی پڑتی ہے۔

نبطی عربی لہجے : لہجوں کا یہ تیسرا گروہ آرامی نبطی خط میں لکھا جاتا تھا۔ اس لہجہ کے منقوش آثار پچھلے دنوں کے لہجہ کی نسبت بعد کے ہیں۔ سب سے قدیم نقش تیسری صدی عیسوی کا ہے۔ اور یہ معروف ہے کہ نبطیوں نے چوتھی صدی قبل مسیح میں لحانیوں کو تباہ کر کے شمالی حجاز میں اپنی سلطنت بنالی۔ جس کا مرکز بتراء تھا۔ اس لہجہ کے منقوش آثار میں نقش ام الجمال ۲۷۰ میں حوران شام سے ملا۔ نقش نمارہ وزبد (۵۱۱ء) حلب کے جنوب مشرق سے ملا۔ اور نقش حران اللجا ۵۶۸ء جنوبی دمشق سے ملا۔ (۶)

بعد کے ادوار میں جنوبی عرب اور شمالی عرب مختلف سیاسی اسباب کی بناء پر ایک دوسرے کے قریب آتے رہے اور مکہ ان ہزیمت خوردہ کمزور سلطنتوں کا مرجع اور ان تمام تجارتی قافلوں کا مرکز بن گیا۔ امرؤالقیس کی قبر پر نبطی عربی زبان لکھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :

یہ قبر امرؤالقیس بن عمرو شاہ عرب کی ہے۔ جس نے تاج پہنا۔ اور قبلیہ اسد و نزار اور ان کے بادشاہوں کو زیر کیا۔ اور مذحج کو آخری وقت شکست دی اور فتح اسے نجران کی فصیلوں تک لے آئی۔ اس نے قبیلہ معد کو زیر کیا اور اپنے بیٹوں کا قبائل پر حاکم بنایا اور اہل وفارس وروم کے پاس ان کی نیابت کیلئے گیا۔ لیکن بادشاہ نے اس مقصد کو پورا نہ کیا وہ آج کے دن ۲۲۳۔ ۷ استمبر کو انتقال کر گیا۔

عربی زبان کی خصوصیات:

کسی بھی زبان کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مرور زمانہ سے، دیگر اقوام کے ساتھ اختلاط، کسی کے نئے مذہب کی انقلابی قوت، کسی فلسفی کے افکار، کسی سپہ سالار کی عسکری فتوحات یا مختلف سیاسی، و اجتماعی عوامل کی بناء پر وہ زبان تغیر وتبدل کے غیر محسوس عمل سے گزرتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک عہد میں آ کر ایسا روپ اختیار کر لیتی ہے جو اس کے ماضی کے روپ سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ عربی زبان بھی انہی مختلف احوال سے گزری ہے۔ اس کا احیاء وارتقاء اور دوسری زبانوں سے اخذ کا زمانہ دو صدی قبل اسلام کا ہے۔ جب اہل حبشہ اس اہل فارس یمن اور حجاز پر متصرف ہوئے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس نے پانچ عیسوی کو یمن کے عیسائیوں کو زبردستی یہودی بنانا چاہا۔ جب انہوں نے مزاحمت کی تو قتل وغارت کا بازار گرم کیا۔ چنانچہ انہوں نے حبشیوں سے مدد چاہی حبشیوں نے مدد کی درخواست قبول کرتے ہوئے یمن پر حملہ کر دیا اور اسے اپنی کالونی بنالیا۔ اس ستر سالہ دور میں حبشیوں کے حجاز کے ساتھ گہرے روابط رہے اور انہوں نے پانچویں صدی عیسوی کے اواخر میں مکہ فتح کرنے کی کوشش بھی کی۔ تاریخ میں یہ سال عام الفیل اور یہ واقعہ اصحاب الفیل کے نام سے مشہور ہے۔ اہل فارس کے یمن پر قابض ہونے کے بعد وہاں کے باشندوں سے گہرے تعلقات قائم ہوئے۔ شادی بیاہ، تجارتی قافلوں کی آمد و رفت ان تعلقات کے نمایاں پہلو ہیں عربی زبان کی ارتقاء پر بھی اس صورت حال کا گہرا اثر پڑا۔ چنانچہ اس کے الفاظ نحت، ابدال، اور قلب کے اصولوں کے تحت بدلتے رہے۔ مختلف زبانوں کے عجمی الفاظ بھی اس میں داخل ہوئے۔

ظہور اسلام کے وقت کی عربی لغت حجاز ہے۔ اس سے پہلے کی زبان قبائل کے حوالہ سے پہچانی جاتی تھی۔ تمیم، ربیعہ، مضر، قیس، ہذیل، قضاعہ وغیرہ کے لہجات، الفاظ، تراکیب اور صوتی ادائیگی کے اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے سے بڑی حد تک مختلف تھے۔ مثلاً قضاعہ یا قبیلہ عجعجہ یعنی مشدد ی یا وہ ی جس کے ماقبل عین ہو اسے ج سے بدل دینا۔ مثلاً راعی کو ''راعج'' بولنا۔ قبیلہ حمیر کا طمطمانیہ، یعنی ال کی جگہ ام بولنا ''البر'' کو ''امبر'' اور ''الصیام'' کو ''امصیام'' کہنا۔ قبیلہ ہذیل کا فخفحہ یعنی ح کی جگہ ع کو استعمال کرنا مثلاً ''احل اللہ الحلال'' کی جگہ ''اعل اللہ العلال'' کہنا۔ قبیلہ تمیم

کا عنعنہ یعنی کسی لفظ کو شروع ھمزہ کو ع سے بدل دینا مثلاً ''امان'' کو ''عمان'' کہنا۔
قبیلہ اسد کا کشکشہ مونث مخاطب کے ''ک'' کو س سے بدل دینا مثلاً ''علیک'' کو ''علیش'' کہنا،
قبیلہ طی کا قطعہ یعنی کسی لفظ کے آخر کو خذف کر دینا جیسے ''یا ابا الحسن'' کو ''یا ابا الحسا''
کہنا، نمایاں لسانی اختلافات ہیں۔ (۷)

قبائل کا یہ لہجاتی اختلاف جنوب میں حمیری سلطنت کے خاتمہ، قحطانیوں کے مقابلہ میں عدنانیوں کے عروج، عربوں کے ادبی اسواق (بازار) اور حج بیت اللہ کی وجہ سے کم ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کے نزول قرآن کے وقت قریش کی زبان عربی مبین کا درجہ حاصل کر چکی تھی۔ اور اس زبان کو دوسری تمام زبانوں پر برتری حاصل ہوگئی تھی۔ اس کے بعد قبائل کے لہجات اہل عرب کی مقامی بولیوں (اللغہ العامیہ یا الدارجہ) کی طرف منتقل ہوگئے۔ اور رابطہ کی علمی و فصیح زبان پورے عالم عرب و غیر عرب کیلئے ایک اور صرف ایک قرار پائی۔ عربی زبان کی اشاعت اسلام کی عالمگیر انقلابی دعوت کے سر ہے۔ ایمان لانے کے بعد عرب کے بادیہ نشین پرچم اسلام کے سایہ میں چار دانگ عالم میں پھیل گئے۔ چین کی دیوار، مصر کے اہرام، افریقہ کے صحرا اور اندلس کے دریا ان کے نظریہ کے عظمت تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے۔ جہاں انہیں سیاسی غلبہ حاصل ہوا وہاں ان کی زبان بھی مقامی زبانوں کو مفتوح کر کے غالب آتی چلی گئی۔ ایران کی پہلوی، شام کی سریانی، مصر کی قبطی، افریقہ کی بربری، اور اندلس کی اسپینی زبانوں نے اس زبان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور بقول سید سلیمان ندویؒ، کیفیت یہ ہوئی کہ:

''سندھ سے لے کر اٹلانٹک کے ساحل تک، ایک زبان تھی جو ساری دنیا پر حکمرانی کر رہی تھی اور وہ قرآن کی زبان تھی۔'' (۸)

زبانوں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اختلاط، مزاحمت، اور انقلاب برداشت نہیں کرتیں فنا ہو جاتیں ہیں یا اپنی ہیت یا اصلیت کھو بیٹھتی ہیں۔ یا پرانا چولا بدل کر نیا چولا پہن لیتی ہیں۔ جس سے ان کی قدیم پہچان تک مشکل ہو جاتی ہے، جس طرح زندہ قوم وہ ہے جو ہمیشہ انقلاب کا مقابلہ کرے۔ اسی طرح زندہ زبان وہ ہے جو انقلاب و تغیرات کا ہمیشہ مقابلہ کرے اور ہر دور کی ضروریات کو پورا کرتی رہے۔ عربی زبان انہی معنوں میں زندہ زبان ہے۔

سید صاحب لکھتے ہیں:

''عربی زبان امتحانات میں کامیاب رہی، اور آئندہ بھی کامیاب رہے گی۔عہد جاہلیت میں اس کا یونانی، لاطینی، حبشی اور فارسی سے دوستانہ اختلاط رہا اور نہ مٹی، عہد اسلام میں اس کو دنیا کی تمام زبانوں سے فاتحانہ مقابلہ کرنا پڑا اور کامیاب رہی۔موجودہ زمانہ میں پھر اپنی ہمسایہ زبانوں سے اور یورپین کی تمام زبانوں سے مفتوحانہ مقابلہ کررہی ہے اور زندہ ہے۔دوسری زبانوں کی حالت پر غور کرو۔آریہ ورت کی الہامی زبان، سنسکرت کا کیا حال ہے۔یہودیوں کی مقدس زبان عبرانی کا کیا حشر ہوا، مسیحیت یا رومۃ الکبریٰ کی لاطینی زبان کہاں دفن ہے۔مجوسی یا فارسی ژندی زبانیں کیا ہوئیں، فراعنہ مصر کی قبطی زبان اور بابل ونینوا، شام اور فنیشیا کی کلدانی، اشوری، سریانی اور فنیقی وغیرہ زبان کہاں ہیں۔ہومر کی یونانی زبان کو اب کون بولتا ہے۔یہ تمام زبانیں عظیم الشان مذاہب باجبروت اقوام اور وسیع الحدود حکومتوں کی زبانیں تھیں۔لیکن آج دنیا کے کان اور دنیا کی زبانیں ان سے نامانوس ہیں'' (۹)

سید صاحب کے زبانوں کے تغیرات کے اس تجزیہ سے عربی زبان کی سخت جانی کا اندازہ ہوتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جب تک قرآن زندہ ہے عربی زبان زندہ رہے گی۔اور اس میں شک نہیں قرآن کریم قیامت تک انسانی ہدایت کیلئے نازل کردہ صحیفہ ہے۔اس کی زبان نے ہر عہد میں تمدنی ضروریات کو پورا کیا ہے۔یونانی، سریانی، قبطی، سنسکرت اور فارسی زبانوں کے علوم و فنون اور اصطلاحات کے بارگراں کو آسانی سے اٹھالیا۔موجودہ سائنسی عہد میں بھی اس نے پیٹھ نہ پھیری۔بلکہ بڑی جرأت سے سائنسی ضروریات کا ساتھ دیتی رہی ہے۔اس وقت اقوام متحدہ کی پانچویں زبان ہے۔

اس زبان کی نمایاں خصوصیت میں پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اعرابی زبان ہے۔

الاعـــراب: اعراب سے مراد کلمات کے اواخر کا زیر زبر، پیش اور سکون میں مختلف عامل حروف لگنے سے تبدیل ہوتا ہے۔جیسے یکتب سے لن یکتبَ کیونکہ لن نصب کے عوامل میں سے ہے یا لفظ القلم کا میم جملہ اکتب بالقلمِ میں مجرور ہو جاتا ہے۔کیونکہ ب حرف جر سے ہے اور اس کے بعد اسم مجرور ہوگا۔یا لَمْ یَکْتُبْ میں لم کی وجہ سے مجزوم ہے۔کیونکہ لم جزم کے عوامل میں سے

ہے۔اِنَّ اَ لاَرْضَ ملوّرَۃٌ الارض منصوب ہے۔کیونکہ یہ اِنَّ کا اسم ہے۔ کَانَ الرّجلُ حاضرًا میں الرجل مرفوع ہے کیونکہ یہ کان کا اسم ہے اور حاضرًا منصوب ہے کیونکہ یہ کان کی خبر ہے۔

اعراب قدیم زبانوں کی خصوصیت ہے۔مثلاً عربی کے علاوہ آشوری، یونانی، لاطینی، اور سنسکرت معرب زبانیں تھیں لیکن انہی زبانوں سے نکلنے والی زبانیں اعراب سے مستغنیٰ ہوگئیں۔مثلاً یورپ میں لاطینی سے نکلنے والی زبانیں، یا ہندوستان میں سنسکرت سے نکلنے والی زبانیں غیر معرب ہوگئیں۔یہی حال بابلی زبان کی شاخوں کلدانی اور سریانی کا ہوا۔

جرجی زیدان قدیم سامی زبانوں کی اکثریت کا اعرابی ہونے سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ لغت بابل آشوری اور عربی زبان دونوں اعرابی ہیں۔یہیں سے عربوں اور حمورابیوں کی وحدت کا سراغ ملتا ہے کہ پہلے یہ دونوں قومیں ایک تھیں۔اور ایک ہی معرب زبان بولتی تھیں۔پھر اعرابی متمدن ہوگئے اور عمالقہ عرب بادیہ نشین ہوگئے۔لیکن جب حمورابی عیش وآرام طلبی میں پڑ گئے تو ان کی زبان سے اعراب رخصت ہوگیا۔اور سریانی وکلدانی کی شکل میں نئی غیر معرب زبانیں وجود میں آئیں۔جبکہ عرب اپنی اصلی حالت پر رہے۔اور ان کی زبان اعرابی رہی (١٠)

تاریخی نقطہ نظر سے جرجی زیدان کا یہ نظریہ دوراز کار ہے۔کیونکہ حمورابی کی بابلی سلطنت اور عربی بولنے والی ماقبل اسلام چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے درمیان ٢٥ صدیوں سے زیادہ کا فاصلہ ہے۔اس عرصہ میں سامی زبانیں تغیر وتبدل کے اتنے مراحل سے گزری ہوں گی کہ ان کی شکلیں کچھ سے کچھ ہوگئی ہوں گی۔

نزاکت تعبیر:عربی زبان کی دوسری خصوصیت نزاکت تعبیر ہے۔یہاں معنی الفاظ کی قلت کی شکایت کرتے نظر نہیں آتے۔نہ صرف ہر معنی کے لئے ایک خاص لفظ ہے۔بلکہ معنی کی ہر شاخ، ہر خبر اور ہر سایہ معنی کیلئے الگ لفظ ہے۔مثلاً دن کی مختلف گھڑیوں کے لئے بطور مثال کچھ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

البزوغ، الضحی، الغزالہ، الھاجرہ الزوال، العصر، الاصیل، الحدود، الغروب، یا البکور، الشروق الضحی، المتوع وغیرہ

اسی طرح چاندی راتوں میں سے ہرایک کا الگ نام ہے سر کے بالوں کے مختلف شکلوں کے الگ نام ہے۔ سر کے بالوں کو شعر کہتے ہیں۔ بالوں کے بڑے حصہ کو فروۃ کہتے ہیں۔ اگلے حصہ کے بالوں کو ناصیہ کہتے ہیں۔ پچھلے حصہ کے بالوں کو ذوابۃ کہتے ہیں۔ اسی طرح فعلی معنی کے ہر تنوع کو ظاہر کرنے کیلئے مختلف الفاظ ہیں۔ فعل نَظَرَ (دیکھنے) کی مختلف کیفیات کے اظہار کیلئے متعدد الفاظ ملتے ہیں۔ جیسے۔ رمق، لمح، حدج، شفن، توضح، رنا، ستشف وغیرہ

تجرید معنی اور انسانی جذبات کی ترجمانی کے نقطہ نظر سے عربی زبان دنیا کی غالباً سب سے زیادہ مالدار زبان ہے۔ محبت کی کیفیات کے لئے بیسیوں الفاظ ہیں۔ اور اسی طرح، بغض، حسد، کینہ کیلئے کئی کئی الفاظ ہیں۔ افعال میں نزاکت تعبیر کی بہترین مثال مزید فیہ افعال کے ہیں کہ جن میں مشارکت کے صیغے جو دوسری زبانوں میں کئی الفاظ کے محتاج ہیں۔ عربی زبان میں صرف ایک لفظ سے ادا ہوتے ہیں جیسے کہ تقاتلو وہ سب مرد آپس میں لڑ پڑے۔ تحاسدوا، ان سب مردوں نے ایک دوسرے سے حسد کیا۔

اعجاز و ایجاز: عربی زبان کی تیسری خصوصیت اعجاز وایجاز ہے۔ یعنی مختصر الفاظ سے کثیر معنی پر دلالت کی جاتی ہے۔ اہل عرب دوسروں کے مقابلہ میں اس خصوصیت زبان پر بھی زیادہ قادر تھے۔ عربی شاعری اس کی واضح مثال ہے۔ بدیع کے اسالیب، مجاز وکنایہ، استعارات وغیرہ سے خوب کام لیا گیا ہے۔ قرآن وحدیث، امثال کی [illegible] اور دیگر ادبی مصادر اس خصوصیت کے واضح دلائل ہیں۔

مترادفات و ضداد: ترادف یعنی ایک معنی کیلئے کئی الفاظ کی موجودگی۔ اہل عرب اس لسانی خصوصیت میں بھی تمام اقوام سے بازی لے گئے ہیں۔ مثلاً سال کے، روشنی وتاریکی کے، سورج و بادلوں کے بیسیوں نام ہیں۔ جب کہ شراب، شیر اور اونٹنی کے سینکڑوں نام ہیں۔

اسی طرح اضداد کی فہرست بھی خاصی طویل ہے۔ مثلاً

بَائِعٌ	خریدنا	بیچنا
جَوْن	سیاہ	سفید
قِسْط	انصاف	ظلم
جَلَل	عظیم	حقیر

اس موضوع پر علماء لغت کی مستقل تصانیف ملاحظہ ہوں (۱۱)

تعدد معانی: کثرت ترادف اور تعدد معانی کی وجہ سے عربی زبان اپنے اندر اظہار کی بے کراں وسعتیں لئے ہوئے ہے۔ اس خصوصیت کی بنیاد پر اس زبان میں سجع نہایت آسان ہوگئی۔ اس زبان کا عہد جاہلی میں نمونہ کاہنوں کی زبان اور عہد اسلامی میں خطباء کی زبان ہے۔ کثرت ترادف کی بنا پر ہی غیر منقوط نویسی کا رواج ہوا۔ مقالات حریری کے اٹھائیسویں (۲۸) مقامہ میں سمرقندیہ ایسا خطبہ ہے جس کے کسی حرف پر نقطہ نہیں ہے۔ چھٹے مقامہ المراعیہ کے ایک خط میں ایک منقوط اور دوسرے غیر منقوطہ لفظ کا اہتمام کیا گیا۔ (۱۲)

فیضی کی تفسیر سواطع الالہام بھی غیر منقوط نویسی کی مثال ہے۔ **البیان و التبین** میں واصل بن عطا کا خطبہ ہے۔ (۱۳)

جس میں کہیں حرف ''را'' نہیں آیا۔ ادب کی ان مشکل صنعتوں کا ساتھ عربی زبان ہی دے سکی۔ اردو زبان میں جو اس قسم کی کوششیں ہوئیں وہ عربی کی ہی مرہون منت ہیں۔

الامثال :امثال سے مراد وہ بلیغ آموز کلام ہے جو انسان کے عقل سلیم کے طویل تجربات کا نچوڑ ہوتا ہے۔ ابو عبید نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

" الامثال من حكمة العرب في الجاهلية و الاسلام فتجتمع لها ثلاث خلال ايجاز اللفظ اصابة المعنى، حسن التشبيه" (۱۴)

امثال، جاہلی اور اسلامی عہد میں اہل عرب کے حکیمانہ اقوال ہیں۔ جن کی تین خصوصیات ہیں۔ مختصر الفاظ، دل میں اتر جانے والا معنی، اور تشبیہ کا حسن۔

اس طرح کی امثال اہل عرب میں زبان زد عام تھیں اور وہ انہیں بغیر کسی تصریح کے بلا تکلف اپنی گفتگو، اپنے اشعار میں استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ بعض شعراء نے امثال پر مشتمل قصیدے کہے۔ مثلاً ابو العتاھیۃ کا ایک ازجوزہ جس میں چار ہزار نظم امثال کی گئی ہیں۔ صاحب اغانی نے نمونہ کے طور پر کچھ اشعار نقل کئے ہیں (۱۵)

اہل عرب کے ہاں امثال دو طرح کی ہیں۔

☆حکیمانہ امثال۔ جیسے اَلجَارُ قَبلَ الدَّارِ یا اَلحَربُ خُدعَةٌ یا اَلخَطَأُ زَادُ العَجُولِ وغیرہ۔

☆وہ امثال جو کسی خاص واقعہ کے ساتھ وابستہ ہوں۔ جیسے قَطَعَتْ جَهِيزَه قَولَ كُلِّ خَطِيبٍ وغیرہ

جہیزہ نے ہر خطیب کی زبان بند کردی۔ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص مجمع پر چھا جائے۔

رَجَعَ بِخُفَّي حنين۔

وہ حنین کے جوتوں کے ساتھ لوٹا۔ کسی مہم میں ناکامی کی شکل میں یہ مثل بولی جاتی ہے۔

جمع الامثال: عربوں نے جمع امثال کے میدان میں بھی قابل قدر کام کیا ہے۔ سب سے پہلے عبید بن شریہ الجرھمی، جنہوں نے آنحضرت ﷺ کا زمانہ پایا۔ پچاس اوراق پر ایک کتاب پہلی صدی کے اواخر میں لکھی (۱۶)

اس کے بعد بصرہ کوفہ کے ادبا نے جمع امثال پر نمایاں کام کیا ہے۔ صحار العبدی، یونس النحوی متوفی ۱۸۱ھ ابوعبید ۲۱۱ھ، ثعلب ۲۹۱ ابوعبید القاسم بن سلام ۲۲۳ھ المفصل الضبی۔ ابو ہلال العسکری، محمد بن زیاد، محمد حبیب الغدادی اور حمزہ اصفہانی قابل ذکر نام ہیں۔ اب ان مؤلفین کی صرف چند کتابیں ملتی ہیں۔

کتاب الامثال: ابو عبید قاسم بن سلام. امثال العرب، المفضل الضبی، جمهرة الامثال، ابو هلا ل العسكرى (۱۷) اس کے بعد ان کتب کی شرحیں لکھی گئیں اور بعد کے عہد میں پیدا ہونے والی امثال کا اضافہ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں زمخشری کی المستقصی متوفی ۵۳۸ھ میدانی کی مجمع الامثال متوفی ۵۱۸ھ قابل ذکر ہیں۔ خاص طور پر میدانی کی مجمع الامثال اپنی مثال آپ ہے۔ مولف نے تقریباً پچاس کتابوں سے امثال جمع کرکے ان کو معجمی ترتیب سے جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ (۱۸)

معانی کی بہترین صوتی ترجمان

عربی زبان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کی صوتیات انسانی جذبات کی بہترین ترجمان ہیں۔ گویا صوت ومعنی مں کامل ہم آہنگی ہے۔ یہ نظریہ Sound Symbolism کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اور جس سے مراد یہ ہے کہ زبان میں اصوات ایک تعبیری کیت رکھتی ہیں۔ اور ہر صوت کا اپنے مدلول کے ساتھ گہرا تعلق ہے (۱۹)

عربوں میں ابن جنی نے اپنی کتاب ''الخصائص'' میں باب باندھا ہے۔ **باب فی تصاقب الالفاظ تصاقب للمعانی** (۴۰) (الفاظ کے طمطراق میں معنی کے طمطراق کا باب) عربی کی اسی خصوصیت کی بنا پر بہت سے اہل علم کا ذہن اس طرف منتقل ہوا ہے۔ کہ عربی ام الالسنہ ہے۔ کیونکہ عربی زبان نے ابتدائی آوازوں کو نہ صرف محفوظ ہی نہیں رکھا بلکہ وہ تمام کڑیوں کا بھی پتہ دیتی ہے۔ جن کی طرف دنیا کی دوسری قدیم زبانیں کم رہنمائی کرتی ہیں۔

شیر خوار بچہ جب بھوکا ہوتا ہے تو وہ رونے کے ساتھ دودھ پیتے ہوئے بھی ناک سے ایک مبہم آواز نکالتا ہے۔ جسے عربی میں غمغمہ کہتے ہیں۔ یہ شفوی حلقی صوت دودھ کی خواہش کی بہترین ترجمان ہے۔ اس سے ''**غمغمة الثور** اور **غمغمة الابطال**'' خوف کے وقت بیل کی آواز اور معرکہ آرائی میں جنگجوؤں کی جیسی تراکیب بنائی گئی ہیں۔

اس طرح جب بچہ مناغات (غوں غاں) کے مرحلہ سے آگے بڑھتا ہے تو وہ پیاس کے لئے ام ام یا مم مم جیسے الفاظ ادا کرتا ہے۔ اس سے اُمّ اور مَاءٌ جیسے الفاظ وجود میں آئے۔ پیاس کے اظہار کیلئے یہی ''ام'' عربی میں فعل آم کی شکل اختیار کر گیا۔ آم یؤوم سخت پیاسا ہونا۔ اسی سے ''**آم الرّجل الی المراۃ**'' مرد کو عورت کی پیاس ہوئی۔ جیسے جملوں میں اس فعل کا مجازی استعمال ہوا۔ یہی ام مزید شکلیں بدلتا ہے۔ ''**حال الرّجال**'' آدمی سرگرداں ہوگیا۔ سخت پیاسا ہوا۔ ''**حام الطائر حول الماء**'' پرندہ پانی کے گرد (پیاس کی وجہ سے) منڈلایا۔ **عامت النجوم فی منازلها** ۔ ستاوروں نے اپنی منزلوں میں گردش کی۔ اس قسم کے اشتراک لسانی کو عربی کے بے شمار الفاظ میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱. جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغة العربية. (دار الهلال مصر) ص: ۴۲

۲. جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغة العربية. ص: ۲۰

۳. جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغة العربية. ص: ۲۹ (تعليقات ذاكثر شوقی ضيف)

۴. ندوی: الدليل علی المولد والدخيل، (ندوة العلما لكهنو) ۱۹۱۶، ص: ۱

۵. اغناطيوس غويدی: المختصر فی علم اللغة العربية الجنوبية القديمه، (

القاہرہ، الجامعۃ المصریۃ) ۱۹۳۰ء، ص: ۲

۶. جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ۔ ص: ۳۲

۷. افتخار احمد اعظمی: مقدمہ تاریخ ادب عربی، (شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)، ۱۹۲۱

۸. ندوی: نقوش سلیمانی، ص: ۳

۹. ندوی: الدلیل علی المولد والدخیل، ص: ۳

۱۰. جرجی زیدان: تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ۔ ص: ۵۱

۱۱. ثلاثہ کتب فی الاضداد للاصمعی واللسبجستانی ولا بن السکیت (دار المشرق، لبنان) ۱۹۱۲

۱۲. ابو محمد القاسم بن علی محمد بن عثمان الحریری مقامات حریری، (مکتبہ التجاریۃ الکبری)، ص: ۵۵، ۲۸۷

۱۳. ابو عثمان عمر و بن بحر الجاحظ: البیان والتبیین (مصر مکتبہ الخانجی). ۱۹۷۵، ص: ۱۶، ج: ۱

۱۴. السیوطی: المزھر فی علوم اللغۃ وانواعھا (مطبع السعادۃ، مصر ۱۳۲۵)، ص: ۲۸۸. ج: ۱

۱۵. ابو الفرج الاصبھانی: الاغانی (مصر، دار الشعب) ص: ۱۲۵۰، ج: ۴

۱۶. ابن الندیم: الفھرست (مکتبۃ التجاریۃ الکبری قاہرہ) ص: ۱۳۸

۱۷. احمد امین: فجر الاسلام (قاہرۃ، مکتبہ النھضۃ المصریہ) ۱۹۵۵. ص: ۲۴

۱۸. ابو الفضل احمد بن محمد بن احمد ابراہیم، نیشاپوری المیدانی: مجمع الامثال (مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ)

۱۹. حنفی بن عیسی: محاضرات فی علم النفس اللغوی (الجزائر، الشرکۃ الوطنیۃ للنشر و التوزیع)

۲۰. ابن جنی. الخصائص، الجزء الثانی، ص: ۵۹